غیر مسلموں سے تعلقات

صلح حدیبیہ، میثاق مدینہ کی روشنی میں

اس وقت دنیا کے بیشتر ملکوں میں مخلوط اور ملی جلی آبادیاں ہیں۔ ان میں زیادہ تر مختلف نسلیں، مختلف تہذیبیں، مختلف مذاہب اور مختلف زبانیں پائی جاتی ہیں۔ ان ممالک کا ایک حصہ اکثریت پر مشتمل ہے تو دوسرا اقلیت میں ہے۔ دونوں کے اپنے مسائل ہیں اور وہ انہیں حل کرنے کی کوشش بھی کرتے ہیں۔ جمہوری ملکوں میں اکثریت اور اقلیت قوموں کے مساوی حقوق تسلیم کیے گئے ہیں۔ لیکن اس کے باوجود بالعموم اقلیت قومیں اکثریت کا دباؤ محسوس کرتی ہیں۔ اور ان کے حقوق کی پوری طرح نگہداشت نہیں ہو پاتی۔ ان کا ایک بڑا مسئلہ آپس کے تعلقات کا بھی ہے۔ جن ملکوں میں مسلمان اقلیت یا اکثریت میں ہیں وہاں یہ سوال بار بار سامنے آتا ہے کہ ان کے غیر مسلم اقوام کے ساتھ کس قسم کے روابط ہونے چاہئیں؟ کیا وہ ان سے الگ تھلگ اور کنارہ کش رہیں گے یا ان سے قریبی تعلقات رکھیں گے؟ یہ تعلقات کسی خاص دائرے میں محدود نوعیت کے ہوں گے یا ان کا دائرہ وسیع ہوگا؟ وہ انہیں حریف اور مخالف سمجھ کر معاملہ کریں گے یا ان کا رویہ ان کے ساتھ اُلفت ومحبت، ہمدردی اور حسن سلوک کا ہوگا؟ یہ آج کا ایک نازک مسئلہ ہے۔ اس کے حل کے لیے ہمیں راہنمائی قرآن حکیم اور سیرت نبوی ﷺ سے ہی ملے گی، جس سے ہم اسلام کے موقف کو بہتر طریقے سے سمجھ سکیں گے۔ اس ضمن میں چند ایک سوالات کو پیش نظر رکھا جاسکتا ہے۔

۱۔ معاشرے میں ایک فرد کے دوسرے فرد پر ایک گروہ کے دوسرے گروہ پر جائز اور فطری حقوق ہوتے ہیں یہ حقوق و فرائض آپس کے تعلقات کی نوعیت متعین کرتے ہیں۔ ان ہی سے تعلقات میں حسن وخوبی یا فساد وخرابی پیدا ہوتی ہے۔ غور طلب بات یہ ہے کہ اسلام نے غیر مسلموں کے حقوق تسلیم کیے ہیں یا نہیں؟

۲۔ اس حقیقت سے انکار نہیں کیا جاسکتا کہ اسلام نے مکارمِ اخلاق کی تعلیم دی ہے اور اپنے ماننے والوں کو اس کا پابند بنایا ہے۔ کیا یہ اخلاق حسنہ صرف مسلمانوں کے لیے ہیں یا غیر مسلموں سے تعلقات میں بھی وہ ان کے پابند ہوں گے؟

۳۔ مسلمان ایک ایسی اُمت ہیں جس کی زندگی کا بڑا مقصد دعوت الی اللہ ہے۔ ایک غیر مسلم معاشرے میں اس کی دعوتی ذمہ داریاں بڑھ جاتی ہیں کیا ان ذمہ داریوں کو ادا کرنے کے لیے قرآن وسنت میں کوئی راہنمائی موجود ہے کہ مخاطب قوم سے کس طرح کے تعلقات روا رکھے جائیں؟

۴۔ موجودہ دور کے معاشی وتجارتی معاملات میں درآمد وبرآمد ہر ملک کی ضرورت بن گئی ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ بین الاقوامی حالات اور آمدورفت کی سہولتوں نے اقوام کو ایک دوسرے کے قریب کر دیا ہے۔ کسی ملک کے افراد کا (خاص طور پر مسلم اقوام کا) دوسرے ممالک میں جا کر آباد ہونا معمول کا معاملہ ہوگیا ہے۔ ان حالات میں ایک مسلمان کے سامنے ان اشیاء کے استعمال کا معاملہ آتا ہے جنہیں غیر مسلم تیار کرتے ہیں۔ کیا مسلمان غیر مسلموں کی تیار کردہ

غیر مسلموں سے تعلقات

خوراک یا لباس کا استعمال کر سکتے ہیں یا نہیں؟

۵۔ غیر مسلموں کے ساتھ کاروباری لین دین اور مالی معاملات کی نوعیت کیا ہوگی؟ اور مسلم حکومت حالت جنگ میں غیر مسلموں کی خدمات لے سکتی ہے یا نہیں؟ ان تمام مسائل کا حل قرآن حکیم اور سیرت نبوی ﷺ سے حاصل ہوتا ہے۔

۱۔ غیر مسلموں کے حقوق

انسان کا معاشرے کے بہت سے افراد سے دور و نزدیک کا تعلق ہوتا ہے۔ اس پر ان سب کے کسی نہ کسی صورت میں حقوق و فرائض بنتے ہیں۔ اسلام نے یہ سارے حقوق و فرائض کو نہ صرف تسلیم کیا ہے بلکہ انہیں ادا کرنے کی سخت تاکید کی ہے۔

وَآتِ ذَا الْقُرْبَى حَقَّهُ وَالْمِسْكِيْنَ وَابْنَ السَّبِيْلِ وَلَا تُبَذِّرْ تَبْذِيْراً (بنی اسرائیل:۲۶)

''قرابت داروں، مسکینوں اور مسافروں کو ان کا حق ادا کرو اور اپنی دولت بے جا مت خرچ کرو''۔

ان حقوق میں سے بعض کی حیثیت قانونی ہے، لیکن یہ زیادہ تر اخلاقی ہیں، اس لیے ان کے لیے قرآن مجید میں 'احسان' کا لفظ آیا ہے جس کے معنی ہیں حسن سلوک کرنا، خیر اور بھلائی کا رویہ اختیار کرنا اور اچھا معاملہ کرنا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

وَاعْبُدُواْ اللّٰهَ وَلَا تُشْرِكُواْ بِهِ شَيْئاً وَبِالْوَالِدَيْنِ إِحْسَاناً وَبِذِي الْقُرْبَى وَالْيَتَامَى وَالْمَسَاكِيْنِ وَالْجَارِ ذِي الْقُرْبَى وَالْجَارِ الْجُنُبِ وَالصَّاحِبِ بِالجَنبِ وَابْنِ السَّبِيْلِ وَمَا مَلَكَتْ أَيْمَانُكُمْ إِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ مَن كَانَ مُخْتَالاً فَخُوراً (النساء:۳۶)

''اور اللہ کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرو اور احسان کرو ماں باپ کے ساتھ قرابت داروں، رشتہ داروں، یتیموں، مسکینوں اور قرابت دار پڑوسی، اجنبی پڑوسی اور صحبت میں رہنے والے کے ساتھ اور مسافروں اور غلاموں کے ساتھ۔ اللہ تعالیٰ اس شخص کو ناپسند کرتا ہے جو اتراتا اور فخر کرتا ہے''۔

احسان یا حسن سلوک میں محبت، ہمدردی، نصیحت اور خیر خواہی کے ساتھ ساتھ اقتصادی تعاون اور مالی مدد بھی شامل ہے۔ چنانچہ سورۃ بقرہ میں 'بِرّ' یعنی حسن سلوک کی یہی حقیقت بیان ہوئی ہے۔ اس کے ذیل میں ارشاد ہے۔

وَآتَى الْمَالَ عَلَى حُبِّهِ ذَوِي الْقُرْبَى وَالْيَتَامَى وَالْمَسَاكِيْنَ وَابْنَ السَّبِيْلِ وَالسَّآئِلِيْنَ وَفِي الرِّقَابِ وَأَقَامَ الصَّلاةَ وَآتَى الزَّكَاةَ (البقرہ:۱۷۷)

''اور مال کی محبت کے باوجود اسے خرچ کرے، قرابت داروں، یتیموں، محتاجوں، مسافروں، سوال کرنے والوں اور غلاموں پر اور نماز قائم کرے اور زکوٰۃ دے''۔

سورۃ بقرہ میں ہی انفاق کی حقیقت کے سوال پر جواب دیا گیا ہے۔

يَسْأَلُونَكَ مَاذَا يُنفِقُونَ قُلْ مَا أَنفَقْتُم مِّنْ خَيْرٍ فَلِلْوَالِدَيْنِ وَالْأَقْرَبِيْنَ وَالْيَتَامَى وَالْمَسَاكِيْنِ وَابْنِ السَّبِيْلِ وَمَا تَفْعَلُواْ

غیر مسلموں سے تعلقات

مِنْ خَيْرٍ فَإِنَّ اللّٰهَ بِهِ عَلِيْمٌ (البقرہ:۲۱۵)

''وہ آپ سے سوال کرتے ہیں کہ کیا خرچ کریں تو ان سے کہہ دیجیے جو کچھ بھی اپنا مال خرچ کرو وہ والدین اور قرابت داروں، یتیموں اور محتاجوں اور مسافروں کے لیے ہو اور جو بھلائی تم کرو گے اللہ تعالیٰ اُسے اچھی طرح سے جانتا ہے''۔

انسان پر جن افراد کے حقوق عائد ہوتے ہیں ان کا ذکر قرآن کریم کی مکی سورتوں میں بھی ہے اور مدنی سورتوں میں بھی۔ مکہ میں جس وقت قرآن نازل ہو رہا تھا معاشرے کے کمزور، مغلوب اور محکوم افراد ہی کے حقوق پامال نہیں ہو رہے تھے بلکہ قریب ترین عزیزوں اور خونی رشتوں کے حقوق پر بھی دست درازی کی جارہی تھی۔ اسلام نے اس زیادتی کے خلاف نہ صرف آواز بلند کی بلکہ جن کے ہاتھوں یہ حقوق غصب ہو رہے تھے، انہیں دنیا اور آخرت میں بدترین انجام کی وعید دی۔ حالانکہ اس وقت مسلمان بے حد اقلیت میں تھے وہ عملاً ان حقوق کی حفاظت کرنے کی پوزیشن میں نہیں تھے لیکن ان احکامات سے واضح ہو چکا تھا کہ اگر مسلمانوں کو طاقت و اکثریت اور اقتدار حاصل ہو تو وہ ان حقوق کا محافظ ہو گا اور معاشرے کو ان کے احترام کا پابند بنائے گا۔ چنانچہ مدینہ میں اسلامی ریاست کے قیام کے بعد ہر صاحبِ حق کو اس کا حق دیا گیا اور اس کے ساتھ حسن سلوک کیا گیا۔

قرآن کریم میں والدین، قرابت داروں، یتیموں، مسکینوں، پڑوسیوں، مسافروں اور غلاموں وغیرہ کے ساتھ حسن سلوک کا عام حکم دیا گیا ہے۔ اس میں مسلم اور غیر مسلم کا کوئی فرق نہیں ہے۔ جس کسی کے ساتھ بھی غیر اخلاقی رویہ اختیار کیا جائے گا۔ وہ غیر اسلامی ہو گا۔

غیر مسلم والدین سے تعلقات

والدین کے ساتھ حسن سلوک کا حکم قرآن مجید نے ایک جگہ ان الفاظ میں دیا ہے۔

وَوَصَّيْنَا الْإِنسَانَ بِوَالِدَيْهِ حَمَلَتْهُ أُمُّهُ وَهْناً عَلَى وَهْنٍ وَفِصَالُهُ فِي عَامَيْنِ أَنِ اشْكُرْ لِي وَلِوَالِدَيْكَ إِلَيَّ الْمَصِيرُ ۝ وَإِن جَاهَدَاكَ عَلَى أَن تُشْرِكَ بِي مَا لَيْسَ لَكَ بِهِ عِلْمٌ فَلَا تُطِعْهُمَا وَصَاحِبْهُمَا فِي الدُّنْيَا مَعْرُوفاً (لقمٰن:۱۴۔۱۵)

''ہم نے انسان کو والدین کا حق پہچاننے کی تاکید کی ہے۔ اس کی ماں نے کمزوری پر کمزوری اُٹھا کر اسے اپنے پیٹ میں رکھا اور دو سال تک اس کو دودھ پلایا اس لیے ہم نے اسے وصیت کی کہ تم میرا بھی شکر ادا کرو اور اپنے والدین کا بھی۔ میری ہی طرف پلٹ کر آنا ہے۔ اگر وہ تجھ پر دباؤ ڈالیں کہ تُو میرے ساتھ شرک کرے۔ جس کا تجھے علم نہیں ہے تو تُو ان کی بات نہ مان اور ان کے ساتھ معروف کے مطابق اپنا برتاؤ رکھ''۔

ان آیات میں واضح طور پر ہدایت کی گئی ہے کہ والدین کے ساتھ چاہے وہ مشرک ہی کیوں نہ ہوں حسن سلوک کیا جائے گا۔ ان کے شرک و کفر کی وجہ سے کسی قسم کی بدسلوکی روا نہ ہو گی۔ حسن سلوک کا یہ حکم مسلم اور غیر مسلم والدین دونوں ہی کے لیے ہے۔ پھر یہ فرما کر کہ ان کے ساتھ معروف کا برتاؤ رکھ، اس حکم کو موکد اور مستحکم کر دیا۔

غیر مسلموں سے تعلقات

اس حکم کے قانونی پہلوؤں کا ذکر کرتے ہوئے علماء کرام لکھتے ہیں کہ اس سے یہ بات نکلتی ہے کہ باپ اگر اولاد کو قتل کر دے تو اس سے (شریعت کے عام ضابطہ کے مطابق) قصاص نہیں لیا جائے گا۔ وہ اس پر تہمت لگائے تو اس پر حد نہیں جاری ہو گی۔ اولاد کے قرض کی عدم ادائیگی پر اسے قید نہیں کیا جائے گا اور یہ کہ والدین محتاج ہوں تو ان کا نان ونفقہ اولاد پر واجب ہوگا، اس لیے کہ یہ ساری چیزیں معروف کے ساتھ برتاؤ میں آتی ہیں اور اس کے خلاف اقدام اس کے منافی ہوگا۔

فقہ حنفی کی مشہور کتاب ہدایہ میں ہے کہ آدمی کے والدین چاہے مسلمان ہوں یا کافر ان کا نان ونفقہ اس پر واجب ہے۔ اس کی دلیل یہ دی گئی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کافر والدین کے ساتھ بھی برتاؤ میں معروف کی پابندی کا حکم دیا ہے۔ اس کا تقاضا ان الفاظ میں بیان ہوا ہے۔

لیس من المعروف ان یعیش فی نعم اللّٰہ تعالیٰ و یترکھما جوعا

''یعنی یہ کوئی نیکی اور معروف نہیں ہے کہ آدمی خود تو اللہ کی نعمتوں سے فائدہ اُٹھاتا رہے اور والدین کو بھوکا مرنے کے لیے چھوڑ دے''۔

اسلام مشرک والدین کے ساتھ حسن سلوک کا روادار ہے یا نہیں اس کا اندازہ اس واقعہ سے بھی ہوتا ہے۔

حضرت اسماء بنتِ ابوبکرؓ کہتی ہیں کہ (صلح حدیبیہ کے دوران) میری ماں جو مشرک تھیں مجھ سے ملنے آئیں۔ (ان کا نام قتیلہ تھا۔ حضرت ابوبکرؓ نے زمانہ جاہلیت میں ہی طلاق دے دی تھی) اور بطور تحفہ پنیر اور مکھن لائی تھیں۔ میں نے رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیا کہ انہیں مجھ سے کچھ توقع ہے کیا میں ان کے ساتھ تعاون اور ہمدردی کر سکتی ہوں؟ آپ نے فرمایا:

''اپنی ماں کے ساتھ صلہ رحمی کرو''

اس حدیث مبارکہ سے مشرک والدین کے ساتھ صلہ رحمی کا ثبوت ملتا ہے۔ کافر والدین کا انتقال ہو جائے تو مسلمان اولاد ضرورت پر ان کے کفن دفن کا نظم کرے گی۔ رسول اکرم ﷺ کے چچا حضرت ابوطالب بیمار ہوئے تو آپ نے ان کی عیادت فرمائی۔ جب ان کا انتقال ہوا تو حضرت علیؓ نے آپ کو اس کی اطلاع دی۔ (ابن سعد کی روایت ہے کہ ابوطالب کی وفات کی خبر سن کر آپ رو پڑے) اور دریافت کیا کہ انہیں کون دفن کرے گا؟ آپ ﷺ نے فرمایا۔ جاؤ اپنے باپ کو دفن کرو۔ پھر اور کوئی کام کیے بغیر سیدھے میرے پاس آؤ۔ میں گیا اور ان کی تدفین کے بعد واپس آیا تو آپ نے مجھے غسل کا حکم دیا اور دُعا دی۔ ایسی دُعا کہ اس کے عوض مجھے سرخ وسیاہ اونٹ (دنیا جہان کی دولت) بھی پسند نہیں''۔

مشہور تابعی مکحول کی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت ابوطالب کے جنازہ میں شرکت کی تھی۔ کنارے کنارے چلے۔ ان کی نماز جنازہ نہیں پڑھی۔ فرمایا رشتہ نے آپ کو مجھ سے جوڑ دیا ہے۔ اللہ آپ کو جزائے خیر دے۔ ان کی قبر پر